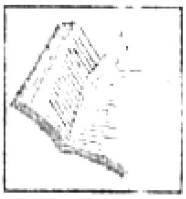

۵ شاخوں پر جلے ہوئے بسیرے

اس سبق کی تدریس کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- مختلف سمعی ذرائع سے واقعہ، کہانی۔ نظم، تقریر، اعلان، خطبہ، گفت گو، خبر، ڈراما، ہدایت، لیکچر، وغیرہ سن کر احساس جذبے اور تاثر کے حوالے سے زبان کے حسن و قبح کی نشان دہی کر سکیں۔
- اخلاقی معاشی، معاشرتی اور ثقافتی امور وغیرہ سے متعلق اپنی گفت گو میں موزوں الفاظ و تراکیب پر مشتمل روز مرہ اور بامحاورہ زبان استعمال کر سکیں۔
- مجازی اور اصطلاحی محضر میں اپنا ذاتی نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے گفت گو کر سکیں۔
- پڑھے گئے متن کے کسی حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہار رائے کرتے ہوئے متعلقہ حصے پر جزئیات کے ساتھ تبصرہ پیش کر سکیں۔
- عالمی ثقافتوں، معاشرتی، معاشی و سماجی رابطوں کے لیے مختلف تحاریر پڑھ سکیں اور ان سے معلومات حاصل کر سکیں۔
- ضرورت کے مطابق معلومات کی فراہمی کے لیے مختلف فارمز مثلاً دفتری، صحافتی، عدالتی دستاویزات پُر کر سکیں۔
- مرکب تام اور مرکب ناقص۔ مرکب ناقص کی اقسام (توصیفی، اضافی، عطفی) کے فرق کو سمجھتے ہوئے استعمال کر سکیں۔
- مرکب مصادر بنا سکیں اور استعمال کر سکیں۔

خاص	ایوانِ حکومت	آفتابہ	تقاضائے عمری	بر بنائے ایں وجوہ	ڈیوڑھی
الفاظ	تورہ	شقہ	ولی عہدی	ضعفِ صحت	نوبان

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو اردو میں ناول نگاری کی روایت سے آگاہ کرتے ہوئے چند تاریخی، جاسوسی، سیاسی، رومانوی اور معاشرتی ناولوں سے متعارف کرائیں تاکہ طلبہ مختلف اسالیب میں لکھے ہوئے ناولوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

پڑھنے سے پہلے سوچیں

"آنگن" ناول کس نے لکھا ہے اور اس کا موضوع کیا ہے؟

فتح الملک بہادر کا سوئم اور سوگ ختم ہوتے ہی نواب زینت محل نے بادشاہ پر زور ڈالنا شروع کر دیا کہ جواں بخت کی ولی عہدی کے لیے سرکار کمپنی انگریز بہادر کو لکھیں۔ بادشاہ سلامت کچھ تو تقاضائے عمری کے سبب، کچھ بہ وجہ ضعفِ صحت واہمت اور کچھ بہ وجہ اس یقین کے، کہ میرے بعد بادشاہی نہ رہے گی، اس معاملے میں کچھ زیادہ پُر جوش نہ تھے لیکن زینت محل کی محبت انھیں مجبور کر رہی تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ نواب زینت محل کو بھی حضرت قدر قدرت سے محض منھ دیکھے کی، یا غرض مندانہ محبت نہ تھی۔ سولہ سال پہلے جب انھیں بتایا گیا تھا کہ ان کا نکاح بادشاہ جم جاہ سے ہو رہا ہے تو انھیں بدن میں تھوڑی بہت تھر تھری اور جسم میں کچھ

www.ilmkidunya.com

سنسنی لیکن بہت زیادہ الجھن کا بھی احساس ہوا تھا۔ محض نام کا بادشاہ، اور وہ بھی ایسا جس کی عمر ستر کے لگ بھگ ہو رہی تھی، ایسا دولہا بھلا کس طرح کا عیش دے سکتا تھا؟ لیکن زینت محل نے قلعے میں بادشاہ کا ٹھاٹ باٹھ دیکھا، پھر شاہِ آسماں بارگاہ کی خوش خلقی، نرم خوئی اور شائستگی دیکھی۔ ان سب باتوں نے آہستہ آہستہ نواب زینت محل کا دل، بادشاہ کی طرف پھیر دیا اور انھیں اپنے شوہر عالی قدر سے یک گونہ محبت ہو گئی۔ اس طرح شاہ جم جاہ اور ملکۂ دوراں کے درمیاں صرف ہوس نہ تھی، محبت اور الفت بھی تھی۔ اس باعث بادشاہ کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ زینت محل کی بات کو بالکل نظر انداز کر دیں۔

بہت غور و خوض کے بعد حضور عالی جاہ نے کمپنی انگریز بہادر کو جواں بخت کی ولی عہدی کی سفارش کا شقہ لکھوا دیا۔ ان دنوں صاحب کلاں بہادر کے عہدے پر سائمن فریزر عارضی طور پر کام کر رہا تھا۔ فریزر اور بادشاہ سلامت کے مابین دوستانہ تعلقات اس وقت سے تھے جب یہ زمانہ دلی انھوں نے نواب شمس الدین احمد کی گرفتاری اور پھر مقدمے اور سزائے موت کے معاملے میں انگریزوں کی مساعی کے خلاف کوئی دخل نہ دیا تھا اور اپنے والد عرش آرام گاہ حضرت اکبر ثانی کو بھی عدم مداخلت کا مشورہ دیا تھا۔ ظلِ سبحانی نے فریزر کے پاس اپنے نمائندے اس درخواست کے ساتھ بھیجے کہ میرزا جواں بخت کی ولی عہدی منظور کرا دیں۔

لارڈ گورنر جنرل بہادر کو جو خط بادشاہ سلامت نے میرزا جواں بخت کی ولی عہدی کی سفارش میں بھیجے ان میں میرزا جواں بخت کی عالی نسبی کا بہ طور خاص ذکر تھا۔ یہ بھی مذکور کیا گیا تھا کہ شاہ زادہ کئی زبانیں جانتا ہے اور اعلیٰ درجے کی تعلیم سے بہرہ ور ہے۔ ادھر نواب زینت محل نے، یا میرزا جواں بخت نے دوسرے شاہ زادوں پر دباؤ ڈال کر کئی شہزادوں کے دست خط سے ایک کاغذ اس مضمون کا انگریز کو بھجوایا کہ ہم سب میرزا جواں بخت بہادر کی ولی عہدی پر متحد ہیں۔ اس کاغذ پر میرزا قویش بہادر اور میرزا ظہیر الدین بہادر عرف میرزا مغل نے دست خط نہیں کیے تھے کہ اپنی اپنی جگہ پر یہ دونوں بھی ولی عہدی پر دعویٰ رکھتے تھے۔ لیکن انگریز تو میرزا دارا بخت میراں شاہ کی وفات کے وقت ہی فیصلہ کر چکے تھے کہ اب بادشاہت کا خاتمہ کرنا بہتر ہے۔ کچھ تو میرزا فتح الملک بہادر کی ہر دل عزیزی، اور کچھ ایوانِ حکومت انگلشیہ میں نواب زینت محل کے بارے میں اچھی رائے نہ پائے جانے کے باعث ایک عبوری طور کا فیصلہ یہ کر لیا گیا تھا کہ میرزا فتح الملک بہادر ولی عہد تو ہو جائیں لیکن بادشاہت نہ رہے۔ پھر جب میرزا فتح الملک بھی اللہ کو پیارے ہوں گے تو دیکھا جائے گا۔

بر بنائے ایں وجوہ انگریز بہادر نے میرزا جواں بخت، یا کسی اور شہزادے کی ولی عہدی کے لیے کوئی قرار واقعی کارروائی نہ کی۔ ولی عہدی کے معاملے پر جو کاغذات و سفارشات دہلی میں صاحب کلاں بہادر کو موصول ہوئے تھے وہ ضابطے کے تحت صاحب لفٹن گورنر بہادر صوبہ جات شمال مغرب کی خدمت میں آگرے بھیج دیے گئے۔

میرزا فتح الملک شاہ بہادر جنت مکانی کے چہلم کی تاریخ مقرر ہوئی، سفید کاغذ پر رقعے لکھوا کر سارے قلعے میں تقسیم کیے گئے۔ ادھر میر عمارت نے کچی قبر کو تھوڑا سا کھلوا کر گلاب، کیوڑہ اور عطر اندر ڈالا۔ اوپر سے قبر پختہ کرائی سنگ مرمر کا تعویذ بنوایا، پھر چاروں جانب سنگ مرمر کی جالیاں کھڑی کیں اور فرش لگا کر قبر مبارک تیار کر دی۔ انتالیسویں رات کو سب اقربا ولی عہد بہادر مرحوم کی ڈیوڑھی پر جمع ہوئے۔ جس جگہ مرشد زادۂ جہانیاں نے دم توڑا تھا، وہاں کھانے کا تورہ اور جوڑا، دوشالہ، جانماز، تسبیح، جوتی، کنگھی اور مسواک کشتیوں میں لگا کر رکھ دیے گئے۔ تانبے اور چینی کے چھوٹے بڑے برتن، چمچے، تھالی، سرپوش، آفتابہ، بیسن زانی، سب مہیا کیے گئے۔ دو لال سبز بہت بڑی طوغیں، سوا سوا من چربی کی سرہانے روشن کی گئیں۔ لوبان اور

اگر بتی کے دھوئیں میں رات بھر گریہ وبکا کا شور رہا۔ صبح کو پہلے تمام مرد اعزا قبر پر تشریف لے گئے۔ قبر کے اوپر کم خوابی شامیانہ چاندی کے ستونوں پر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ اب قبر شریف کے گرد پھولوں کا چھپر کھٹ بنایا گیا، بیچ میں کم خواب کا قبر پوش، اس پر پھولوں کی چادر ڈالی گئی۔ کھانے کا تورہ اور برتن اور دیگر سامان قبر کے سرہانے رکھے گئے، پائینتی جوتی رکھی گئی۔ اب زنانہ ہوا، بیگماتوں نے سر برہنہ، مو پریشاں آکر گریہ وزاری کی۔ ادھر باہر ختم ہوا، الائچی دانے ختم کے سب میں تقسیم ہوئے پھر قوالی ہوئی۔ قوالی کے بعد کھانا کھایا گیا اور غربا کو کھلایا گیا۔ تیسرے پہر کو دوسرا ختم پڑھ کر تورہ، جوڑا، برتن، تمام سامان خادموں میں تقسیم کر کے سب شہزادے اور بیگمات قلعۂ معلیٰ میں واپس آگئے۔

وزیر کی آنکھوں کے گرد روتے روتے ورم آگیا تھا۔ اس کے صاحب عالم جس دن مرے تھے اس کے بعد سے وہ بستر پر لیٹی تھی اور نہ ہی کسی دن دو وقت کا کھانا اس نے کھایا تھا۔ زمین پر سونا اور ایک وقت موٹا جھوٹا کھا کر گذر کرنا اس کا معمول ہو گیا تھا۔ مرشد زادہ آفاق کی زندگی میں وہ ان کی محبت میں اتنی گم اور اس قدر خوش رہتی تھی کہ باوجود خطاب شوکت محل کے وہ قلعے کی سرگرمیوں میں بہت کم حصہ لیتی تھی۔ جب میرزا محمد دارا بخت ولی عہد بہادر اللہ کو پیارے ہوئے تو اس نے ان کی تجہیز و تکفین سے لے کر دوئم سوئم، چہلم اور پھر چھے ماہی اور برسی کی رسوم میں البتہ پورا پورا حصہ لیا۔ اسے تقدیر کی ستم ظریفی کہیے کہ ان رسوم اور مرنے والے کے تئیں قلعہ اور بیرون قلعہ کے لوگوں کی محبت اور عقیدت کو دیکھ کر اسے ایک طرح کی طمانیت محسوس ہوئی۔ اسے ہمیشہ استقلال واستقرار کی تلاش رہی تھی اور وہ طالب سے زیادہ مطلوب بن کر رہنا چاہتی تھی۔ حویلی مبارک میں اسے دونوں چیزیں میسر ہوتی نظر آرہی تھیں۔ موتی کے تئیں اتنی مفصل اور طویل المدت رسوم کا انعقاد دیکھ کر اسے ایک طرح کی خوشی ہوئی کہ میرے صاحب عالم کا خدانہ کردہ جب وقت آیا تو ان کا وہ حال نہ ہوگا جو بلاک صاحب، نواب صاحب اور آغا صاحب کا ہوا کہ جب انھیں موت نے پکارا تو ان پر رونے والا کوئی نہ تھا۔ میں رہوں یا نہ رہوں، اس نے اپنے دل میں کہا لیکن قلعے کی رسمیں تو باقی رہیں گی۔

چہلم کے تیسرے دن وزیر خانم کی خدمت میں ملکۂ دوراں کا پیغام آیا کہ آپ کی یاد ہو رہی ہے، جلد تشریف لے چلیے۔ وزیر کا ماتھا ٹھنکا۔ ملکۂ دوراں نے پہلے کبھی اس طرح یاد نہ فرمایا تھا۔ شاید تعزیتی کلمات کہنا چاہتی ہوں، اس نے دل میں کہا۔ ہر چند کہ میرزا فتح الملک شاہ بہادر کی ولی عہدی کے بعد زینت محل نے وزیر اور اس کے بچوں سے خطاب و تکلم کم و بیش بند ہی کر دیا تھا لیکن شاید اس موقعے پر ان کے دل میں کچھ درد آگیا ہو۔ وزیر نے جلد جلد منھ پر چار چھینٹے مارے، آئینہ دیکھے بغیر انگلی سے بالوں میں کنگھی کی اور سفید لیکن صاف کپڑے پہن کر نواب زینت محل کی ڈیوڑھی پر حاضر خدمت ہوئی۔ نواب زینت محل نے معمولی طور پر اس کا استقبال کیا اور اپنے سامنے بٹھایا۔ کچھ دیر سکوت رہا، پھر ملکہ عالیہ نے ارشاد فرمایا:

"چھوٹی بیگم! ہمیں تمھاری بیوگی پر بہت افسوس ہے۔" وہ ایک پل رکیں۔ وزیر شکریے کے کچھ کلمات کہنے ہی والی تھی کہ ملکہ دوراں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: "لیکن تم تو ایسے سانحوں کی عادی ہو چکی ہو۔ اسے بھی سہ جاؤ گی۔ انواسی کا کلیجا مضبوط ہوتا ہے، لوگ کہتے ہیں۔"

ملکہ دوراں کی بعض منھ لگی مصاحبوں نے ڈوپٹہ منھ پر رکھ کر ہنسی روکنے کی کوشش کی لیکن بعض دوسری خواصوں کے چہرے پر کبیدگی کے آثار نمایاں ہوئے۔

وزیر کو یہ سمجھنے میں کوئی مشکل نہ ہوئی کہ ان توہین آمیز کلمات کا مقصد محض توہین نہیں۔ اصل مقصد یہ تھا کہ وزیر سے کوئی خلاف ادب یا خلاف مصلحت بات کہلا دی جائے اور بعد میں اسے وزیر کے خلاف استعمال کیا جائے۔ اس نے سر جھکا کر کہا:

www.ilmkidunya.com

"نیند تو سولی پر بھی آجاتی ہے ملکہ دوراں! واقعہ کتنا ہی سخت ہو لیکن تاب لائے ہی بنتی ہے۔ میں اللہ کے حضور میں آپ اور ظلِ سجانی کی درازیٔ عمر اور صحت و دولت اور اقبال کی دعا کرتی ہوں۔ آپ دونوں کا سایہ میرے لیے بہت ہے۔"

زینت محل ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئیں۔ انھیں اس جواب کی توقع نہ تھی۔ پھر گلا صاف کر کے وہ بولیں:

"ولی عہد بہادر مرحوم تمھارے لیے کیا کیا چھوڑ گئے ہیں چھوٹی بیگم؟"

اب وزیر نے سر اٹھا کر اور کمر سیدھی کر کے جواب دیا: ولی عہد بہادر کا احوال مجھ سے زیادہ ملکۂ دوراں اور ظلِ الٰہی پر روشن ہے۔"

"تمھیں ان کی ڈیوڑھی خالی کرنی ہو گی۔"

"ملکہ دوراں شاید بھولتی ہیں۔ میں چھوٹی بیگم ہی نہیں، شوکت محل بھی ہوں۔"

"تم شوکت محل تھیں۔ اب نہیں ہو۔" زینت محل نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

"یہ فیصلہ تو وہی کرے گا جس نے مجھے یہ خطاب عطا کیا تھا۔"

"چھوٹی بیگم! کسی فریب میں نہ رہنا۔ تم نے ہمارے بھولے بھالے میرزا فخرو بہادر کو شیشے میں اتار کر قلعہ شاہی میں پاؤں دھنسا لیے، اس توقع پر کہ تم بھی تیموری شاہ زادیوں میں شمار ہو گی۔ پھر بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا اور تم ولی عہد سوئم کی بیگم کے بہ جائے ہندوستان کی ملکہ بننے کے امکانات میں مگن ہو گئیں۔ تم جیسیوں نے کتنے ہی اینٹ کے گھر مٹی کر دیے لیکن قدرت خداوندی بھی کوئی چیز ہے۔"

وزیر سے ضبط نہ ہو سکا اور اس نے ملکہ کی بات کاٹنے کی گستاخی کی پروا کیے بغیر نرم لیکن مضبوط آواز میں کہا: "ملکۂ عالم پر خوب عیاں ہے کہ میں کن حالات میں قلعہ مبارک میں آئی۔ میں تو اپنے صاحب عالم و عالمیان کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ انھوں نے مجھے ذرے سے آفتاب کیا ورنہ میں اپنی کال کوٹھڑی میں بیوگی کاٹ رہی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔" زینت محل نے تیز لہجے میں کہا۔ "جس نے تمھیں ذرے سے آفتاب کیا اب وہ خود تہ خاک ہے۔ اب تم پھر وہی ذرۂ خاک ہو جو یہاں آنے کے پہلے تھیں۔"

"لیکن سرکار عالیہ!" وزیر نے تھوڑے سے طنز سے کہا: "میں پھر بھی ولی عہد ہندوستان کی بیوہ ہی کہلاؤں گی۔ آگے کوئی ولی عہد ہو، کوئی بادشاہ ہو لیکن یہ چتر میرے حقیر سر کے اوپر سے کوئی اتار نہیں سکتا۔"

"کیوں نہیں؟"، زینت محل کو جوش آ گیا۔ "ہم اتار سکتے ہیں۔"

"ملکۂ دوراں! آپ اپنے قلعہ معلیٰ میں کچھ بھی ڈھنڈورا پٹوا دیں لیکن نقارۂ خدا کی آواز بند نہیں کر سکتیں۔"

وزیر نے متانت سے کہا: "لیکن آپ فرمائیں اس بندی سے آپ کیا خدمت لینا چاہتی ہیں۔ بندی ہر طرح سے تیار ہے۔"

"یہ صرف ہمارے قلعے کی بات نہیں۔ ہم اب بھی ہندوستان کی ملکہ ہیں۔ ہمارے سر پر جو کٹ ہے وہ نور جہاں اور ارجمند بانو کے سر پر تھا۔ ہمارے پیارے فرزند میرزا فخرو بہادر کا اس دار فانی سے منھ موڑ لینا اس بات کا اشارہ رکھتا ہے کہ اللہ کو منظور نہیں ہے کہ ان کے بعد کوئی شخص غیر یہاں تاج و تخت کا وارث بنے۔"

"تاج و تخت آپ کو اور میرزا جواں بخت بہادر کو مبارک ہو، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔"

"لیکن ہمیں پرچہ لگا ہے کہ تم میرزا مغل بہادر سے مل کر ساز باز کر رہی ہو کہ میرزا مغل بہادر بادشاہ ہوں اور خورشید مرزا کو ولی عہد قرار دیا جائے۔"

وزیر سُن سے رہ گئی۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کے خلاف کوئی سازش ترتیب دی جا رہی ہے یا پھر نواب زینت محل کے کان جھوٹ سے بھر دیے گئے ہیں۔ دونوں صورتوں میں نتیجہ ایک تھا، قلعے سے وزیر خانم اور اس کی اولاد کا اخراج۔ وزیر نے گہری سانس لے کر خود پر قابو پانے کی کوشش کی، پھر کہا:

"ملکہ عالیہ! ذرا یہ تو غور فرما لیتیں کہ میرزا مغل بہادر مجھ نکمی بیوہ کی مدد سے کیا سازش برپا کر سکتے ہیں۔ پھر میرزا ابو بکر بہادر کے ہوتے بے چارہ خورشید مرزا کس شمار و قطار میں ہے؟"

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہی تو تم لوگوں کی چالیں ہیں۔ میرزا ابو بکر بہادر بے ماں کا تھا، اب بے باپ کا بھی ہو گیا۔ اسے کسی طور بہلا پھسلا لیا جائے گا۔"

"اللہ رکھے ابو بکر بہادر جوان ہیں، ذی علم اور ذی لیاقت ہیں۔"

"ہمارے سامنے ہماری اولادوں کا بکھان نہ کرو چھوٹی بیگم۔ میرزا ابو بکر بہادر کی خوبیاں ہم پر عیاں ہیں۔ لیکن ان کا میرزا مغل بہادر سے خلا ملا بھی کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔"

"سرکار مالک ہیں۔ لیکن مجھے مہابلی کی خدمت میں ایک بار پیش ہو لینے دیجیے۔ میں اپنی بے قصوری تو ان پر ظاہر کر دوں۔"

"حضورِ پُر نور پر سب کچھ ظاہر ہے۔ یہ انھیں کا فیصلہ ہے کہ تم دو دن کے اندر اندر حویلی خالی کر دو۔ خورشید مرزا کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ اور میرزا ابو بکر بہادر کو بھی، اگر وہ جانا چاہیں۔" زینت محل نے سرد لہجے میں کہا۔

وزیر ایک بار پھر سناٹے میں آ گئی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ زینت محل اس طرح ٹکڑا سا توڑ کر اس کے ہاتھ میں دے دیں گی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ بہت سے بہت یہ ہوگا کہ میرزا فخرو بہادر کی ڈیوڑھی اس سے خالی کرا لی جائے گی اور کسی کونے کھدرے میں ایک دو حجرے اسے مل جائیں گے۔ نواب مرزا کی تنخواہ موقوف ہو جائے گی اور اس کی بھی تنخواہ بہت کم کر دی جائے گی۔ خورشید مرزا کی تعلیم تربیت سب ختم کر دی جائے گی۔ لیکن قلعے سے باہر نکلنا، یہ اس نے اپنے بدترین خوابوں میں بھی خیال نہ کیا تھا۔ اب جو یہ قیامت اس کے سر پر تھی تو اس نے دل پر قابو پانے اور اپنے حواس کو مجتمع کرنے کی کوشش کی۔ یہ بات تو اس پر بالکل عیاں تھی کہ زینت محل کے فیصلے کے خلاف جدوجہد یا احتجاج کرنا بے کار تھا بلکہ مزید خرابی بلکہ ذلت کا سبب بن سکتا تھا۔ بادشاہ کے یہاں باریابی ناممکن تھی لیکن اگر وہ باریاب ہو بھی جاتی تو بادشاہ اب اکیاسی برس کے ہو چکے تھے، وہ اگر پیر خرف نہیں تو ضعیف الارادہ اور بہ ظاہر زینت محل کی مٹھی میں ضرور تھے۔ ان سے یہ توقع عبث تھی کہ وہ زینت محل کے پھاڑے ہوئے کو سی سکیں گے۔ وزیر نے ممکن حد تک تمام پہلوؤں پر اس ذرا سی مدت میں غور کیا اور بولی:

"ملکہ عالیہ کا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن ایک دن وہ بھی ہوگا جب کسی بادشاہ، کسی حاکم کا حکم نہ چلے گا، صرف اللہ ہوگا اور انصاف کی ترازو ہوگی۔ آپ نے بھی کلام شریف میں پڑھا ہوگا۔ اللہ سب کے دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔ بندی نہیں جانتی کہ ملکہ دوراں کے دل میں میرے خلاف زہر کے بیج کس نے بوئے۔ میں اپنا حال جانتی ہوں کہ میرے دل میں میرے مرحوم صاحب عالم، بادشاہ ظل اللہ اور ملکہ دوراں کے لیے احترام اور محبت کے سوا کچھ نہیں۔"

"وہ سب درست، لیکن ظل سبحانی کے ارشاد کی تعمیل جلد از جلد ہو۔" زینت محل نے ایک خشک مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بے شک۔" وزیر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس نے ملکہ کے سامنے سے اٹھ جانے کی اجازت بھی نہ لی اور نہ برخاستگی کے حکم کا انتظار کیا۔ "میں نے کسی باب میں اب تک ملکہ کو مایوس نہیں کیا۔ اب بھی ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ آپ کے دامن دولت میں جگہ نہیں تو نہ سہی۔ ہم اور آبادی میں جا مقسوم اپنا پائیں گے خلق خدا ملک خدا۔ تسلیمات!"

وزیر نے الٹے پاؤں واپس ہونے کے بجائے زینت محل کی طرف پیٹھ کی اور ایوان سے باہر ہو گئی۔ اس وقت زینت محل کے سامنے تو اس نے یوں ظاہر کیا تھا کہ اسے قلعہ چھوڑنے کا کچھ غم ہو گا اور نہ سر چھپانے کی جگہ کی تلاش میں دربدر ہونا پڑے گا۔ لیکن اب اپنی ڈیوڑھی تک تنہا راہ طے کرتے کرتے اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اور قدم لڑکھڑانے لگے۔ بہ ہزار خرابی وہ گھر پہنچی اور ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح اپنے حجرے میں پلنگ پر گر پڑی۔ اتفاق سے اس وقت میرزا ابو بکر، میرزا خورشید عالم اور نواب میرزا خان تینوں ڈیوڑھی پر موجود تھے۔ انھوں نے گھبرا کر پوچھا: "اماں جان خیر تو ہے؟ مزاج کیسا ہے؟" لیکن وزیر کی بتیسی بیٹھ گئی تھی، اس کے چہرے پر مردنی تھی اور منھ سے ایک لفظ نہ نکل سکتا تھا۔ میرزا ابو بکر نے فوراً ایک چوب دار حکیم محمد تقی خان کے لیے روانہ کیا۔ نواب مرزا خان اور خورشید مرزا نے لخلخے اور انگریزی نمکیات ماں کو سنگھائے۔ حکیم صاحب کے آتے آتے وزیر کو ہوش آ گیا تھا لیکن اس کے چہرے پر مردنی اسی طرح باقی تھی۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی اور کہا کہ غم اور صدمے کے باعث جگر کا فعل سست ہو گیا ہے۔ انھوں نے نسخہ لکھا، چند بوندیں ایک مقوی مفرح کے اپنے سامنے پلائیں اور مکمل آرام کی ہدایت دے کر رخصت ہوئے۔

وزیر سے سب حال سن کر نواب مرزا اور خورشید مرزا نے برہم ہو کر کہا کہ ہم ابھی اس جگہ کی خاک اپنے دامن اور پاپوش سے جھاڑتے ہیں۔ اماں جان جہاں دل کرے وہاں چلی چلیں۔ کچھ نہیں تو خانم کے بازار والا گھر تو موجود ہی ہے، ورنہ ہم تو ان کے ساتھ جنگل بیابان میں گھر بنانے کو تیار ہیں۔ ہم لکڑیاں کاٹیں گے جنگلی پھلوں پر گزارہ کریں گے لیکن قلعے کا منھ نہ دیکھیں گے۔

"اماں نہیں بھئی! اتنی جلدی نہ کرو۔" میرزا ابو بکر نے کہا: "میں ابھی خان سامانی کو جاتا ہوں۔ حکیم محمد احسن اللہ خان بہادر کو بیچ میں ڈالوں گا۔ ظل سبحانی مشورہ ان کا آسانی سے رد نہیں فرماتے۔"

"صاحب عالم! ذرا سوچ لیجیے۔" وزیر نے میرزا ابو بکر کی آستین تھام کر کہا۔ "اگر خان ساماں بہادر اس معاملے میں پڑنے کو تیار بھی ہو گئے، ہر چند کہ مجھے اس میں شک ہے اور نواب زینت محل کو زک پہنچ بھی گئی لیکن تابکے یہ صورت رہے گی؟ وہ تو اپنی سی کرنے سے باز آنے سے رہیں اور یہ جو سازش کا شیطان انھوں نے گھڑا ہے یا لوگوں نے ان کو باور کرایا ہے، وہ پھر بھی سر اٹھاتا رہے گا۔ ہم سب کی زندگی اور بھی اجیرن ہو جائے گی۔"

"تو پھر آپ کیا چاہتی ہیں اماں جان! کیا نواب زینت محل کو من مانی کرنے دیا جائے؟"

"صاحب عالم! اس میں من مانی کیا ہے؟ وہ جو چاہیں کر ہی سکتی ہیں۔ حضور انور کی چہیتی بیگم جو ٹھہریں۔ ان کے دل میں آپ کے ابا مرحوم کے خلاف کینہ اسی دن سے ہے جب اللہ بخشے وہ ولی عہد اول ہوئے تھے اور کوششیں نواب زینت محل کی ناکام ہوئی تھیں۔ اب تو زیادہ ضروری یہ ہے کہ میں اپنے بچوں کی حفاظت کروں اور ہر چیز دیگر پر اسے مقدم جانوں۔"

میرزا ابو بکر سوچ میں پڑ گئے، پھر بولے: "میں میرزا مغل چچا جان بہادر سے تو مشورہ کر لوں۔"

"کاہے کو مشورہ آپ کریں صاحب عالم! زینت محل ان کے اور میرزا قویش کے جلاپے سے یوں ہی تپ رہی ہیں، اب میرزا مغل بہادر کو اور مکلف کرنا کیا ضرور ہے۔" وزیر نے جواب دیا۔

"آپ کو اپنا حق تو لینا چاہیے۔" میرزا مغل نے فرمایا۔

"حق کیا شے ہے صاحبِ عالم؟" وزیر نے زہر خند کے ساتھ کہا: "ساری زندگی میں حق ہی کی جو یار ہی ہوں۔ وہ پہاڑوں کی کسی کھوہ میں ملتا ہو تو ملتا ہو ورنہ اس آسمان تلے تو کہیں دیکھا نہیں گیا۔"

میرزا ابو بکر نے وزیر کے لہجے میں تلخی کبھی نہ دیکھی تھی وہ سوچنے لگے کہ سوتیلی لیکن غم زدہ ماں کو کیا جواب دیں جس سے اس کی کچھ تسلی ہو، کہ نواب مرزا بولا:

"صاحبِ عالم! میری مانیں تو آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ مجھے لگتا ہے یہ قلعہ میمونہ اب زیادہ دیر تک میمون و مصئون نہ رہے گا۔" نواب مرزا نے کچھ تردد کے لہجے میں کہا: اور یہ تردد صرف ماں کی اور اپنی حالت کے بارے میں نہ تھا۔

"کیا مطلب ہے تمھارا نواب مرزا! میں قلعہ کیوں چھوڑوں" میرزا ابو بکر نے کہا۔ دونوں کم و بیش ہم عمر تھے اس لیے ان میں بے تکلفی بہت تھی۔ ایک لحہ توقف کے بعد انھوں نے رازدارانہ لہجے میں کہا: "ہم اور میرزا مغل چچا بہادر تو اس خیال میں ہیں کہ مناسب موقع مل جائے تو ان کرشتان فرنگیان ہی کو اپنے ملک سے نکال باہر کریں۔"

نواب مرزا کا چہرہ فکر مندی سے بھر گیا۔ وہ کچھ دیر سر جھکائے رہنے کے بعد بولا: "برادر! یہ بات تو ہے کہ حاکمانِ نصرانیان کے خلاف رعایا کے دلوں میں اور خاص کر سپاہیانِ دیسی کے دلوں میں کچھ نا اطمینانی ہے اور ادھر لکھنؤ میں کوئی خدا رسیدہ بزرگ مولوی احمد اللہ شاہ صاحب ہیں جنھیں ڈنکا پیر کہا جاتا ہے۔ وہ علی الاعلان لوگوں سے کہتے ہیں کہ انگریز ہندو کے دھرم کا اور مسلمان کے دین کا دشمن ہے۔ انگریز یہاں رہے گا تو دونوں ملتیں تباہ ہو جائیں گی۔ مگر میں سوچتا ہوں کہ سور ما چنا بھلا بھاڑ پھوڑ سکتا ہے؟"

انھیں خیالات کے سبب تو ہم بے عمل ہو گئے ہیں نواب مرزا خان! میرزا ابو بکر نے ذرا تیز لہجے میں کہا۔

نواب مرزا نے مسکرا کر کہا: "صاحبِ عالم! آپ حضرت ظہیر الدین بابر کی اولاد ہیں جنھوں نے ایک عالم کی مخالفت کے باوجود تنہا بہ جان واحد گھر سے نکل کر بخارا پر قبضہ کر لیا تھا اور مٹھی بھر جاں نثاروں کی مدد سے کابل اور پھر ملک ہند کو دریائے شور تک لے لیا تھا۔ لیکن آپ کی طبع وقاد پر روشن ہو گا کہ امام ابو حنیفہ فرما گئے ہیں کہ ظالم بادشاہ کے خلاف خروج اسی وقت جائز ہے جب فتح کا امکان ہو۔"

میرزا ابو بکر ہنسے: "خروج کی بات ابھی بہت دُور ہے نواب مرزا! پر تم خود ہی کہتے ہو کہ رعایا میں بہت بے اطمینانی ہے۔

"سہی! لیکن بھائی ظہیر الدین حسین نے مجھ سے کہا کہ ان کے خسر فرما رہے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں تلوار چلے اور خون ریزی عظیم ہو۔ بھائی ظہیر الدین حسین نے پوچھا، کیا روس کی فوج آئے والی ہے، تو انھوں نے فرمایا کہ یہ امر اللہ کو معلوم ہے۔"

"اللہ! آپ لوگ یہ تیر تلوار کی باتیں نہ کریں۔" وزیر نے ملتجیانہ انداز میں کہا: "خدا جانے کون سن رہا ہو اور کیا مطلب اس کا نکالے۔ میں تو صرف یہ پوچھتی ہوں کہ میرزا ابو بکر بہادر ہمارے ساتھ آسکیں تو بہت خوب ہو۔ پر وہ شاہی طور طریق کے عادی ہیں اور ہم لوگ۔"

"قطع کلام معاف اماں جان! یہ شاہی طور طریق کی بات نہیں۔ قول اور اصول کی بات ہے۔ میرا گھر قلعہ ہے۔ یہ کوئی نواب زینت محل کی ملکیت تو نہیں۔ میں اسے کیوں چھوڑوں؟"

''صاحب عالم! مجھے تو یہاں آپ کے لیے خطرہ معلوم ہوتا ہے۔'' وزیر نے کہا: ''اور یہ نواب مرزا جو راقم الدولہ صاحب سے خبر لائے ہیں وہ تو اور بھی وحشت اثر ہے۔''

''راقم الدولہ تو یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ایک مجذوب نے ان سے کہا کہ تم شہر میں بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ دنیادار آدمی ہو، جاؤ ر جواڑوں کی سیر کرو۔'' نواب مرزا نے کہا۔

''اماں نواب مرزا!'' میرزا ابو بکر نے زچ ہو کر کہا! ''مجھے خبر نہ تھی کہ تم اور راقم الدولہ اس قدر اوہام پرست ہو۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ میں یہیں رہوں گا۔''

وزیر اس کے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ اسے خبر نہ تھی کہ میرزا ابو بکر کے لیے خطرہ تھا لیکن قلعے کے باہر سے تھا۔ ملک الموت انھیں اپنے لیے تاک چکا تھا۔ چند مہینوں بعد انگریز کے خلاف جو قہر برپا ہونا تھا اور پھر دہلی کے دفاع کے لیے جو معرکہ گرم ہونا تھا، میرزا ابو بکر اور میرزا مغل کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا تھا اور بادشاہ کی شکست کے بعد ایک معمولی انگریز فوجی افسر کی گولی کا نشانہ بننا تھا۔ موت نے ان کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی تھی، وہ بھلا قلعہ کس طرح چھوڑ سکتے تھے۔

''ملکہ دوراں نے اشارہ کر دیا ہے کہ میں کوئی ایسی چیز یہاں سے نہیں لے جاسکتی جو مرحوم صاحب عالم وعالیان نے مجھے یا میرے بچوں کو عطا کی ہو۔'' وزیر نے کہا: ''نواب مرزا اور خورشید میرزا آپ مزدوروں اور پیادوں کا انتظام کریں، کل ہم اپنا نجی سامان نواب ناظر اور خان سامان بہادر کے آدمیوں کی موجودگی میں بند ھوا کر بہل پر بار کرا کر شام سے پہلے پہلے قلعہ چھوڑ دیں گے۔''

''لیکن جائیں گے کہاں؟'' خورشید میرزا نے پوچھا۔

وزیر کچھ سوچ میں پڑ گئی۔ ابھی تو خانم کے بازار والا گھر ہے۔ لیکن اب مجھے دلی جائے امان نہیں لگتی۔ بڑی باجی سے بات کر کے فیصلہ کروں گی۔

''میں عرض کروں؟'' نواب مرزا نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''ہاں ہاں کہو نا! کیا کوئی اور تجویز ہے؟'' میرزا ابو بکر نے فرمایا۔

''جی! وہ رام پور میں منجھلی خالہ جان ہیں۔۔ وہاں ہر طرح کی حفاظت بھی رہے گی۔''

سب ایک لمحے کے لیے چُپ ہو گئے۔ دلی چھوڑنے کا خیال سوہان روح لگتا تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' وزیر نے سوچ کر کہا: ''لیکن منجھلی باجی سے بات تو کرنی ہو گی۔ اور خانم کے بازار والا مکان؟''

''اسے آپ نہ چھوڑیں۔'' میرزا ابو بکر نے کہا۔ ''رکھوالی کا اس کی بندوبست ہو جائے گا۔''

اگلے دن مغرب کے بعد قلعہ مبارک کے لاہوری دروازے سے ایک چھوٹا سا قافلہ باہر نکلا۔ ایک پالکی میں وزیر، ایک بہل پر اس کا اثاث البیت، اور پالکی کے دائیں بائیں گھوڑوں پر نواب مرزا خان اور خورشید میرزا۔ دونوں کی پشت سیدھی اور گردن تنی ہوئی تھی۔ محافظ خانے والوں نے روکنے کے لیے ہاتھ پھیلائے تو میرزا خورشید عالم نے ایک ایک مٹھی اٹھنیاں چونیاں دونوں طرف لٹائیں اور یوں ہی سر اٹھائے ہوئے نکل گئے۔ ان کے چہرے ہر طرح کے تاثر سے عاری تھے لیکن پالکی کے بھاری پردوں کے پیچھے چادر میں لپٹی اور سر کو جھکائے بیٹھی ہوئی وزیر خانم کو کچھ نظر نہ آتا تھا۔

(کئی چاند تھے سرِ آسمان)

www.ilmkidunya.com

www.ilmkidunya.com

شمس الرحمٰن فاروقی (۱۹۳۵ء تا ۲۰۲۰ء)

اردو زبان و ادب کے نامور نقاد، ادیب، محقق، ناول نگار اور افسانہ نگار کی پیدائش اتر پردیش کے ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی۔ الہ آباد یونی ورسٹی سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنی علمی ادبی سرگرمیوں کا آغاز الہٰ آباد ہی سے علمی، ادبی، تحقیقی رسالہ ''شب خون'' جاری کر کے کیا۔ اس رسالے کو اردو زبان و ادب میں جدیدیت کا پیش رو بھی کہا جاتا ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی کی زیرِ سرپرستی شائع ہونے والے اس رسالے نے ان گنت شاعروں اور ادیبوں کی فکری رہ نمائی کا فریضہ انجام دیا۔

شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنا فنی و فکری سفر تنقید نگاری سے شروع کیا جو شاعری، تحقیق، لغت نگاری، افسانہ نگاری، ناول نگاری، عروض اور ترجمہ نگاری پر جا منتج ہوا۔ آپ کی علمی، ادبی اور تحقیقی خدمات کے صلے میں بھارتی حکومت نے سرسوتی اعزاز، ساہتیہ اکادمی ایوارڈ، پدم شری ایوارڈ برائے ادب و تعلیم، سے نوازا۔

شمس الرحمٰن فاروقی کی اہم تصانیف میں ''شعر شور انگیز''، ''اردو غزل کے اہم موڑ''، ''افسانے کی حمایت میں''، ''تفہیم غالب''، ''شعر غیر شعر اور نثر''، ''لغاتِ روزمرہ''، ''عروض: آہنگ اور بیان''، ''سوار اور دوسرے افسانے''، ''گنج سوختہ''، ''مجلسِ آفاق میں پروانہ ساں'' (جملہ شاعری کی کلیات)، ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' شامل ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ شمس الرحمٰن فاروقی اردو زبان و ادب کے جدید دور کی کثیر الجہت ادبی شخصیت تھے۔

۱: درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات کے درست جواب کی نشان دہی کریں:

(i) سبق ''شاخوں پہ جلے ہوئے بسیرے'' صنفِ ادب کے لحاظ سے ہے:

الف۔ ڈراما   ب۔ افسانہ   ج۔ لوک کہانی   د۔ ناول

(ii) حضور عالی جاہ نے کس کو جواں بخت کی ولی عہدی کی سفارش کا رقعہ لکھوا دیا؟

الف۔ خلیفۂ وقت کو   ب۔ کمپنی انگریز بہادر کو   ج۔ ملکۂ برطانیہ کو   د۔ وائسرائے ہند کو

(iii) ولی عہدی کے معاملے پر جو کاغذات و سفارشات دہلی میں صاحب کلاں بہادر کو موصول ہوئے وہ آگے کہاں بھیج دیے گئے؟

الف۔ آگرہ   ب۔ کلکتہ   ج۔ لاہور   د۔ امرت سر

(iv) لوبان اور اگربتی کے دھوئیں میں رات بھر کس کا شور رہا؟

الف۔ ڈھول باجے کا   ب۔ گریہ و بکا کا   ج۔ گانے بجانے کا   د۔ چیخ و پکار کا

(v) چہلم کے کون سے دن وزیر خانم کی خدمت میں ملکہ سوورا کا پیغام آیا؟

الف۔ پہلے   ب۔ دوسرے   ج۔ تیسرے   د۔ چوتھے

۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں:

الف۔ فتح الملک کا سوئم ختم ہوتے ہی نواب زینت محل نے کس بات کا زور بادشاہ پر ڈالنا شروع کر دیا؟

ب۔ بادشاہ کے لیے یہ کیوں ممکن نہ تھا کہ وہ زینت محل کی بات کو نظر انداز کر دیں؟

ج۔ لارڈ گورنر جنرل بہادر کو لکھے گئے خطوں میں میرزا جواں بخت کے متعلق کیا کچھ بیان کیا گیا تھا۔

د۔ میرزا فتح الملک بہادر کے چہلم کے موقعے پر کیا اہتمام کیا گیا تھا؟

ہ۔ صاحبِ عالم کی وفات کے بعد وزیر کی کیا حالت تھی؟

و۔ چہلم کے تیسرے دن وزیر خانم کی خدمت میں ملکہ دوراں کا کیا پیغام آیا؟

ز۔ زینت محل نے وزیر خانم کو محل چھوڑنے کے لیے کیوں کہا؟

ح۔ نواب زینت محل کی بات ماننا وزیر خانم کے لیے ایک مجبوری تھی، کیوں؟

ط۔ قلعۂ مبارک کے لاہوری دروازے سے نکلنے والے چھوٹے سے قافلے کا احوال اپنے الفاظ میں لکھیں؟

یوٹیوب چینل سے ضیا محی الدین کی ویڈیو تلاش کریں جس میں انھوں نے پطرس بخاری کا شہرہ آفاق مزاحیہ مضمون ''مرحوم کی یاد میں'' کی تحت اللفظ میں نثر خوانی کی ہے۔ اس مضمون کے درج ذیل حصے کو خصوصی طور پر سن کر احساس، جذبے، اور تاثر کے حوالے سے زبان و بیان کے حسن و قبح کی نشان دہی کریں۔ بعض اوقات شاعر یا ادیب اپنی تخلیقات میں جدت اور تاثر پیدا کرنے کے لیے دوسری زبانوں کے الفاظ کو بھی بے تکلفی سے برت جاتے ہیں جس سے اردو زبان و بیان میں خوب صورتی یا اجنبیت (حُسن و قبح) کا احساس ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ شاعر یا ادیب کی مہارت ہی اسی بات میں ہوتی ہے کہ دیگر زبانوں کے الفاظ اس چابک دستی سے استعمال کرے کہ وہ اردو روز مرہ اور محاورے میں رچ بس جائیں۔

سبق ''شاخوں پہ جلے ہوئے بسیرے'' آپ نے پڑھا جس میں شمس الرحمٰن فاروقی نے زبان و بیان، روز مرہ اور محاورے کی چاشنی کے ساتھ مغلیہ سلطنت کے زوال کی داستان بیان کی ہے۔ طلبہ آپس میں اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی امور وغیرہ سے متعلق اپنی گفت گو میں درج ذیل موزوں الفاظ و تراکیب پر مشتمل روز مرہ اور بامحاورہ زبان استعمال کریں:

تقاضائے عمری، بہ وجہ ضعف، تھر تھری، عدم مداخلت، حکومت، سنگ مرمر، آفاق، ستم ظریفی، استمرار، طویل المدت، کبیدگی، خلافِ مصلحت، ڈھنڈورا، پیر خرف، اُلٹے پاؤں، مقوی، مفرح، پہاڑوں کی کھوہ، جائے امان، رکھوالی۔

اصطلاحی اور مجازی نقطۂ نظر پیش کرنے کے لیے دو طالب علم، وزیر خانم اور ملکہ دوراں کے درمیان ہونے والے درج ذیل مکالمے کو آپس کی گفت گو کے انداز میں پیش کریں:

چہلم کے تیسرے دن وزیر خانم کی خدمت میں ملکۂ دوراں کا پیغام آیا کہ آپ کی یاد ہو رہی ہے، جلد تشریف لے چلیے۔ وزیر کا ماتھا ٹھنکا۔ ملکۂ دوراں نے پہلے کبھی اس طرح یاد نہ فرمایا تھا۔ شاید تعزیتی کلمات کہنا چاہتی ہوں، اس نے دل میں کہا۔ ہر چند کہ میرزا فتح الملک شاہ بہادر کی ولی عہدی کے بعد زینت محل نے وزیر اور اس کے بچوں سے خطاب، تکلم کم و بیش بند ہی کر دیا تھا لیکن شاید اس موقعے پر ان کے دل میں کچھ درد آگیا ہو۔ وزیر نے جلد جلد منھ پر چار چھینٹے مارے، آئینہ دیکھے بغیر انگلی سے بالوں میں کنگھی کی اور سفید لیکن صاف کپڑے پہن کر نواب زینت محل کی ڈیوڑھی پر حاضر خدمت ہوئی۔ نواب زینت محل نے معمولی طور پر اس کا استقبال کیا اور اپنے سامنے بٹھایا۔ کچھ دیر سکوت رہا، پھر ملکہ عالیہ نے ارشاد فرمایا:

''چھوٹی بیگم! ہمیں تمھاری بیوگی پر بہت افسوس ہے۔'' وہ ایک پل رکیں۔ وزیر شکریے کے کچھ کلمات کہنے ہی والی تھی کہ ملکہ دوراں نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''لیکن تم تو ایسے سانحوں کی عادی ہو چکی ہو۔ اسے بھی سہ جاؤ گی۔ انواس کا کلیجا مضبوط ہوتا ہے، لوگ کہتے ہیں۔''

ملکہ دوراں کی بعض مُنھ لگی مصاحبوں نے ڈوپٹہ منھ پر رکھ کر ہنسی روکنے کی کوشش کی لیکن بعض دوسری خواصوں کے چہرے پر کبیدگی کے آثار نمایاں ہوئے۔

www.ilmkidunya.com

وزیر کو یہ سمجھنے میں کوئی مشکل نہ ہوئی کہ ان توہین آمیز کلمات کا مقصد محض توہین نہیں۔ اصل مقصد یہ تھا کہ وزیر سے کوئی خلاف ادب یا خلاف مصلحت بات کہلا دی جائے اور بعد میں اسے وزیر کے خلاف استعمال کیا جائے۔ اس نے سر جھکا کر کہا:

"نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے ملکہ دوراں! واقعہ کتنا ہی سخت ہو لیکن تاب لائے ہی بنتی ہے۔ میں اللہ کے حضور میں آپ اور ظلِ سبحانی کی درازیٔ عمر اور صحت و دولت اور اقبال کی دعا کرتی ہوں۔ آپ دونوں کا سایہ میرے لیے بہت ہے۔"

زینت محل ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئیں۔ انھیں اس جواب کی توقع نہ تھی۔ پھر گلا صاف کر کے وہ بولیں:

"ولی عہد بہادر مرحوم تمھارے لیے کیا کیا چھوڑ گئے ہیں چھوٹی بیگم؟"

اب وزیر نے سر اٹھا کر اور کمر سیدھی کر کے جواب دیا: ولی عہد بہادر کا احوال مجھ سے زیادہ سے ملکۂ دوراں اور ظلِ الٰہی پر روشن ہے۔"

"تمھیں ان کی ڈیوڑھی خالی کرنی ہو گی۔"

"ملکہ دوراں شاید بھولتی ہیں۔ میں چھوٹی بیگم ہی نہیں، شوکت محل بھی ہوں۔"

"تم شوکت محل تھیں۔ اب نہیں ہو۔" زینت محل نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

"یہ فیصلہ تو وہی کرے گا جس نے مجھے یہ خطاب عطا کیا تھا۔"

"چھوٹی بیگم! کسی فریب میں نہ رہنا۔ تم نے ہمارے بھولے بھالے میرزا فخرو بہادر کو شیشے میں اتار کر قلعہ شاہی میں پاؤں دھنسا لیے، اس توقع پر کہ تم بھی تیموری شاہزادیوں میں شمار ہو گی۔ پھر بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا اور تم ولی عہد سوئم کی بیگم کے بہ جائے ہندوستان کی ملکہ بننے کے امکانات میں مگن ہو گئیں۔ تم جیسیوں نے کتنے ہی اینٹ کے گھر مٹی کر دیے لیکن قدرت خداوندی بھی کوئی چیز ہے۔"

وزیر سے ضبط نہ ہو سکا اور اس نے ملکہ کی بات کاٹنے کی گستاخی کی پروا کیے بغیر نرم لیکن مضبوط آواز میں کہا: "ملکہ عالم پر خوب عیاں ہے کہ میں کن حالات میں قلعہ مبارک میں آئی۔ میں تو اپنے صاحب عالم و عالمیان کی خاک برابر بھی نہیں۔ انھوں مجھے ذرے سے آفتاب کیا ورنہ میں اپنی کال کوٹھڑی میں بیوگی کاٹ رہی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔" زینت محل نے تیز لہجے میں کہا۔ "جس نے تمھیں ذرے سے آفتاب کیا اب وہ خود تہ خاک ہے۔ اب تم پھر وہی ذرۂ خاک ہو جو یہاں آنے کے پہلے تھیں۔"

سبق کے درج بالا پڑھے گئے حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل سے اظہار رائے کریں اور اس حصے پر جزئیات کے ساتھ تبصرہ پیش کریں۔

عالمی ثقافتوں، معاشرتی، معاشی و سماجی رابطوں کے لیے درج ذیل تحریر کو پڑھیں اور اس سے معلومات حاصل کریں:

پاکستان اور چین اپنے جغرافیائی محلِ وقوع کے حوالے سے اقوام عالم کے لیے بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہونے کے باوجود گہری دوستی کے بندھن میں بندھے ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پاک چین دوستی بحیرہ عرب سے گہری اور کوہ ہمالیہ سے بھی بلند تر ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان دوستانہ تعلقات ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مضبوط تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ چین دنیا کی ابھرتی ہوئی معاشی اور دفاعی طاقت ہے جب کہ پاکستان اپنی تجارتی گزرگاہوں کے حوالے سے چین کی ترقی میں ممد و معاون۔ چین نے متعدد مشکل مواقع پر پاکستان کو اخلاقی، مالی اور سیاسی معاونت فراہم کی۔ گذشتہ چند سالوں سے سی پیک منصوبوں کے ذریعے دونوں ممالک کی دوستی کو مزید مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے معاشی میدان میں اربوں ڈالرز کے پراجیکٹس کا

آغاز ہو چکا ہے۔ پاکستان کے طول و عرض میں سڑکیں تعمیر کی جا رہی ہیں۔ اپنی تعمیر کے اعتبار سے دنیا کا عجوبہ "شاہراہ قراقرم" پاک چین دوستی کا منھ بولتا ثبوت ہے۔ چین نے پاکستان کو توانائی کے بحران پر قابو پانے کے لیے نئے بجلی گھر قائم کیے۔ حال ہی میں چینی سرمایہ کاروں نے سندھ اور پنجاب میں کپڑے کی صنعت کو فروغ دینے کے لیے ٹیکسٹائل پارکس بنانے کا عندیہ دیا ہے جن میں شمسی توانائی کے استعمال کو زیرِ غور لایا جا رہا ہے۔ بلاشبہ ٹیکسٹائل کا شعبہ پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ہم چین کے ساتھ مل کر اپنی کپاس کی پیداوار بڑھانے میں کامیاب ہو گئے تو یہ بات پاکستان کی معاشی ترقی میں نہایت اہم ثابت ہو گی۔

۱۔ مختلف سرکاری، صحافتی اور عدالتی دفتر کی ویب سائیٹ پر جا کر ان کے مختلف فارم زیادہ دستاویزات ڈاؤن لوڈ کر کے انھیں پڑھیں۔ نمونے کے طور پر ایک درخواست اور ضمانتی مچلکہ دیا جا رہا ہے۔ آپ انھیں پُر کریں۔

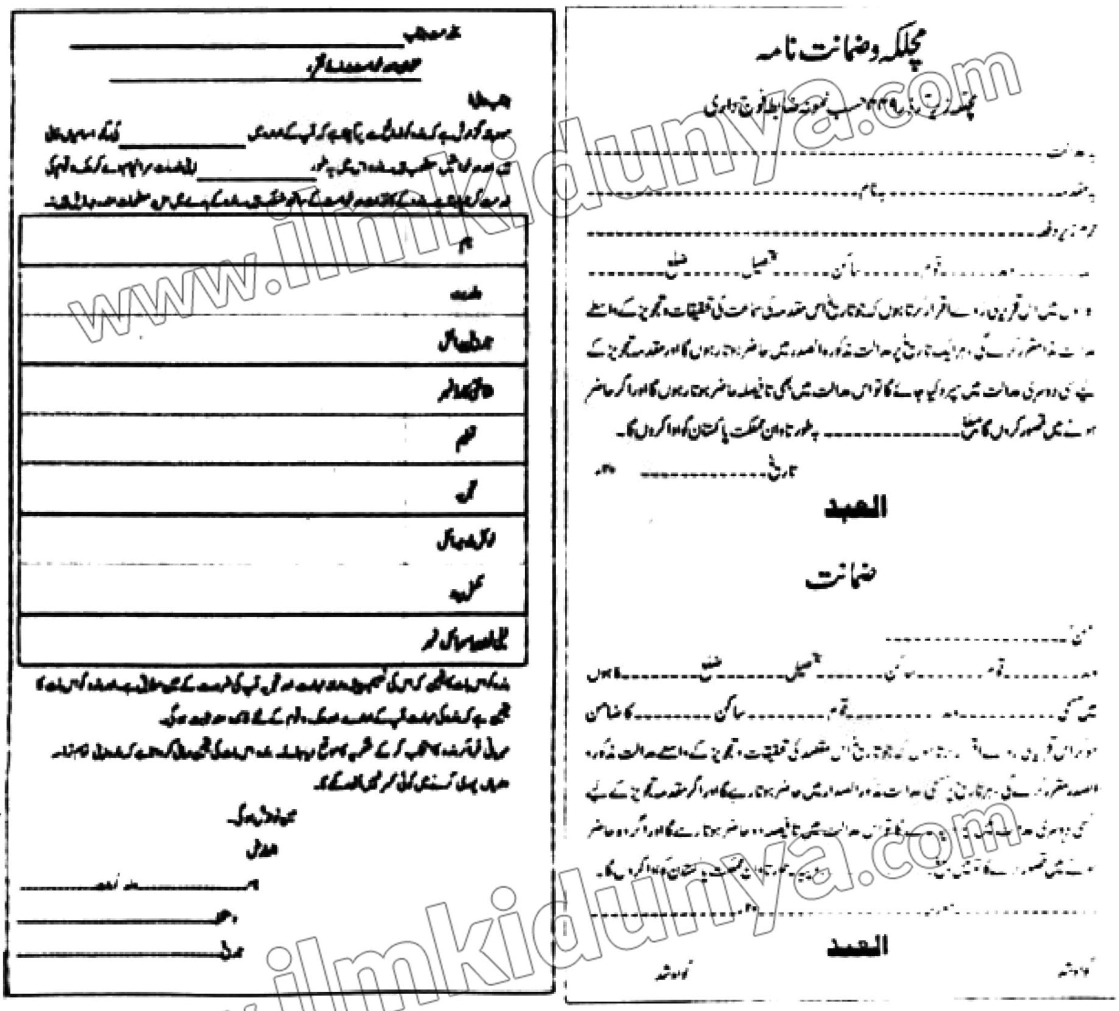

مرکب ناقص اور مرکب تام:

(i) مرکب ناقص: دو یا دو سے زائد الفاظ کا مجموعہ جو پڑھنے والے پر اپنا مکمل مفہوم ادا نہ کرے۔ مثلاً: میر الملک، دو بھائی۔

www.ilmkidunya.com

(الف) مرکب توصیفی: ایسے مرکب کو کہتے ہیں جو اسم صفت اور اسم موصوف سے مل کر بنے۔

مثال کے طور پر: سایہ دار درخت، شفیق والدین۔ مرکب توصیفی کی ان مثالوں میں سایہ دار اور شفیق صفات ہیں جب کہ درخت اور والدین موصوف ہیں۔

(ب) مرکب اضافی: ایسے مرکب کو کہتے ہیں جو مضاف، مضاف الیہ اور حرف اضافت (کا، کی، کے) سے مل کر بنے۔ بعض اوقات اسم کے نیچے جو زیر لگتی ہے وہ بھی حرف اضافت ہی کا کام کرتی ہے۔

مثال کے طور پر: اُردو کی کتاب، شجاع کے کپڑے، انوارِ رحمت وغیرہ

(ج) مرکب عطفی: ایسے مرکب کو کہتے ہیں جو معطوف علیہ، حرف عطف اور معطوف سے مل کر بنتا ہے۔

مثال کے طور پر: مال و دولت، ماں اور باپ۔ ان مثالوں میں مال، ماں معطوف علیہ، و، اور؛ حروف عطف جب کہ دولت اور باپ معطوف کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

(ii) مرکب تام

دو یا دو سے زائد الفاظ کا ایسا مجموعہ جو پڑھنے والے پر اپنا مفہوم مکمل طور پر ادا یا واضح کر دے، مرکب تام کہلاتا ہے۔

مثلاً: میرا ملک پاکستان ہے۔ دو بھائی پڑھ رہے ہیں۔

۹۔ مرکب ناقص کی اقسام (مرکب توصیفی، مرکب اضافی اور مرکب عطفی) اور مرکب تام کی دو دو مثالیں لکھ کر ان کے جملے بنائیں۔

مرکب مصادر:

مصدر ایک ایسا اسم ہے جو خود کسی سے نہیں بنتا لیکن اس سے کئی لفظ بن سکتے ہیں۔ دو یا دو سے زائد مصادر مل کر مرکب مصدر بناتے ہیں۔ یعنی جب ایک مصدر کسی اسم یا کسی فعل کے ساتھ ملے۔ مثال کے: اُگنا اور آنا سے اُگ آنا، سنبھالنا اور رکھنا سے سنبھال کر رکھنا، گرنا اور پڑنا سے گر پڑنا، دھونا اور دینا سے دھو دینا مرکب مصادر کی مثالیں ہیں جب دو مصادر مل کر ایک مصدر بنائیں جب کہ کتاب پڑھنا، خط لکھنا، سانپ مارنا، سچ بولنا وغیرہ ایسے مرکب مصادر ہیں جب ایک اسم ایک مصدر کے ساتھ مل کر مرکب مصدر کی تشکیل کرتا ہے۔

مرکب مصدر میں جب دو فعل اکٹھے آجائیں تو پہلے فعل کو اصل فعل جب کہ دوسرے فعل کو امدادی یا معاون فعل کہتے ہیں۔ مثال کے طور اوپر دی گئی مثالوں میں اُگ آنا، گر پڑنا میں اُگ، گر دونوں اصل فعل ہیں جب کہ آنا اور پڑنا امدادی یا معاون فعل ہیں۔

۱۰۔ مرکب مصادر کی دو دو مثالیں دے کر وضاحت کریں۔

سرگرمی

لائبریری سے شوکت صدیقی کا لکھا ہوا ناول "خدا کی بستی" جاری کرائیں۔ اسے پڑھتے ہوئے شوکت صدیقی اور شمس الرحمٰن فاروقی کے ناول "کئی چاند تھے سرِ آسماں" کے اسلوب میں امتیاز کریں۔

www.ilmkidunya.com